



فہرست

انٹرنیٹ

۱. فن کی دنیا میں وحید مراد کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا.....

صحت

۴. جلد کی حفاظت اور گھریلو نسخے.....

مشہور شخصیات

۶. جنید جمشید دلوں میں زندہ رہے گا.....

معاشرہ اور ثقافت

۸. خواتین کا عالمی دن.....

۱۰. سوشل میڈیا کے دانشور.....

۱۱. عورت.....

۱۲. کاروباری راز.....

فن کی دنیا میں وحید مراد کا

نام ہمیشہ زندہ رہے گا

مصنف: سفیان خان

پاکستان کے مقبول ترین فلمی ہیرو، لولی ووڈ کے پہلے سپر اسٹار عظیم اداکار وحید مراد (مرحوم) کا نام فلمی دنیا سے دلچسپی رکھنے والے کسی بھی فرد کے لیے تعارف کا محتاج نہیں ہے، لولی ووڈ فلم انڈسٹری کی تاریخ وحید مراد کے تذکرے کے بغیر ادھوری ہی سمجھی جائے گی۔ وحید مراد کے فن و شخصیت پر ان کی زندگی میں بھی بہت کچھ لکھا گیا اور مرنے کے بعد بھی ان کے بارے میں اتنا کچھ لکھا گیا اور شائع کیا گیا کہ کم از کم پاکستان میں ایسی کوئی دوسری مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعد از مرگ مقبولیت کا جو منفرد ریکارڈ وحید مراد نے قائم کیا اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اچھا اور سچا فنکار کبھی نہیں مرتا، اس کا کام اس کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھتا ہے۔



وحید مراد سے جو محبت و عقیدت ان کے مداحوں کو تھی اور ہے اس کی نظیر دو رعاشر میں ملنا ناممکن ہے۔ وحید مراد کے مداحوں نے وحید مراد سے اپنی بے لوث اور بچی محبت کی جو روشن مثال قائم کی ہے اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ وحید مراد کے نام کو ان کے شاندار کام، منفرد اسٹائل اور ان کے مداحوں کی چاہت نے زندہ رکھا ہے ورنہ پاکستان کی فلم انڈسٹری میں کتنے ہی بڑے فنکار آئے اور کامیاب بھی ہوئے لیکن وہ شہرت کی اس معراج کو نہیں چھو سکے جو وحید مراد کو ملی۔ ستوش کمار، درپن، سلطان راہی، محمد علی، اقبال حسن، منور ظریف، اسلم پرویز، نگہلا، نثار علی اعجاز جیسے کتنے ہی فنکاروں نے مقبولیت اور کامیابی حاصل کی لیکن انہیں انتقال

کر جانے کے کچھ ہی عرصہ بعد بھلا دیا گیا جبکہ وحید مراد کا انتقال 23 نومبر 1983 کو ہوا تھا اور اب جبکہ ملک بھر میں 33 ویں برسی منائی جا رہی ہے لیکن اس طویل عرصہ میں وحید مراد ہی وہ واحد پاکستانی اداکار ہیں جن کے مداح ان کی برسی کا دن ہر سال مناتے ہیں اور اس موقع پر ان کے لیے قرآن خوانی کا ہتھام کر کے ایٹل ثواب کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

پاکستان کے مایہ ناز اداکار وحید مراد (مرحوم) کے انتقال کو 33 سال ہو چکے ہیں لیکن انہیں آج بھی اس طرح یاد کیا جاتا ہے کہ جیسے وہ زندہ ہوں، ان کی شہرت اور مقبولیت میں وقت گزرنے کے ساتھ کی نہیں آئی بلکہ بعد از مرگ جو مقبولیت اور چاہت وحید مراد کو ملی، شاید ہی ایسی مقبولیت کسی اور فنکار کو نصیب ہوئی ہو کم از کم لولی ووڈ کا کوئی بھی فنکار اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ وحید مراد سے زیادہ مقبول ہے، وحید مراد کو نہ صرف پاکستان کا پہلا سپر اسٹار ہونے کا اعزاز حاصل ہے بلکہ وہ تقریباً تمام پاکستانی فنکاروں کے بھی پسندیدہ فنکار ہیں۔

وحید مراد، 2 اکتوبر 1938 بروز بدھ کراچی میں نامور فلمساز اور اے ”فلم آرٹس“ کے روح رواں فلم پروڈیوسر اور ڈسٹری بیوٹر ثار مراد کے گھر پیدا ہوئے، وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے اس لیے بچپن سے ہی بہت لاڈ لے تھے۔ ان کے گھرانے کا شمار پاکستان کے بہت امیر اور باعزت خاندانوں میں ہوتا تھا ان کی والدہ شیریں مراد اور والد ثار مراد دونوں ہی وحید مراد سے بہت زیادہ پیار کیا کرتے تھے۔ وحید مراد نے ابتدائی تعلیم کراچی میں صدر کے علاقے میں واقع مشہور اسکول ”میری کلاس“ میں حاصل کی اور یہیں سے انہوں نے 1952 میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اس کے بعد انہوں نے ایس ایم سائنس کالج سے بی اے کیا اور پھر 1968 میں جامعہ کراچی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ وحید مراد کی شادی ایک اعلیٰ خاندان کی لڑکی سلمی بیگم سے 17 ستمبر 1964 بروز جمعرات وحید مراد کی طلاق روڈ کراچی میں واقع کوٹھی پر ہوئی اس تقریب کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس شادی میں اداکار ندیم نے گانے سنائے، واضح رہے کہ اس زمانے میں ندیم اداکار نہیں بنے تھے بلکہ ایک گلوکار کے طور پر شوقیہ گانے گایا کرتے تھے۔ وحید مراد کے دو بچے ہیں ایک بیٹی عالیہ مراد جو 23 دسمبر 1969 کو پیدا ہوئی اور ایک بیٹا علاء مراد جو 13 نومبر 1976 کو پیدا ہوا۔ وحید مراد کی بیٹی عالیہ مراد کی شادی 12 فروری 1987 کو جناب سید سجاد حسین شاہ کے ساتھ بھیرو خوبی انجام پائی۔ وحید مراد 1969 تک کراچی میں مقیم رہے لیکن جب پوری فلم انڈسٹری نے لاہور کو اپنا مرکز بنا لیا تو وحید مراد بھی اپنی فیملی کے ہمراہ لاہور شفٹ

ہو گئے لیکن انہوں نے کراچی میں بھی دو فلیٹ ”سدکو ایونیو“ نزد کراچی پریس کلب خرید رکھے تھے جہاں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری دن گزارے۔

وحید مراد نے اپنے فلمی کیریئر میں کل 126 فلموں میں کام کیا جن میں زیادہ تر فلمیں اردو تھیں ان کے کریڈٹ پر پلانٹیم جوبلی، گولڈن جوبلی اور سلور جوبلی کی بے شمار فلمیں ہیں لیکن انہیں پنجابی فلموں میں بھی کافی پسند کیا گیا انہوں نے 9 پنجابی فلموں میں کام کیا اور ایک پنجابی فلم ”مستانہ ماہی“ خود بھی پروڈیوسر کی انہوں نے صرف ایک پشتو فلم ”پختون پہ ولایت کنہ“ میں کام کیا جو درحقیقت وحید مراد اور آصف خان کی کامیاب اردو فلم ”کالا دھندلا گورے لوگ“ کا پشتو ورژن تھی۔ ان کی ایک فلم ”آشیانہ“ نے ڈائمنڈ جوبلی منائی۔ وحید مراد کی ذاتی فلم ”ہیرو“ تکمیل کے آخری مراحل میں تھی کہ فلم ہیرو کا ہیرو اس دنیا سے چل بسا۔ وحید مراد کی بطور اداکار پہلی فلم ”اولاد“ 1962 میں ریلیز ہوئی جبکہ ان کی زندگی میں ریلیز ہونے والی آخری فلم ”ہانگ میری بھر دو“ تھی جو 1983 میں ہی ریلیز ہوئی جبکہ دو فلمیں ”ہیرو“ اور فلم ”زلزلہ“ ان کے انتقال کے بعد ریلیز کی گئیں۔ فلم ہیرو 11 جنوری 1985 کو ریلیز ہوئی جبکہ فلم زلزلہ 3 مارچ 1987 کو ریلیز ہوئی جبکہ ان کی دو فلمیں مکمل ہونے کے باوجود آج تک ریلیز نہ ہو سکیں جن میں فلم ”ہم بھی توڑے ہیں راہوں میں“ اور فلم ”میرے جیون ساتھی“ شامل ہیں۔ وحید مراد نے اپنی 23 سالہ فلمی زندگی میں عمدہ کردار نگاری پر 32 ایوارڈ حاصل کیے جن میں 4 نگار ایوارڈ بھی شامل ہیں۔

وحید مراد کی بطور اداکار پہلی فلم ”اولاد“ 1962 میں ریلیز ہوئی جبکہ ان کی زندگی میں ریلیز ہونے والی آخری فلم ”ہانگ میری بھر دو“ تھی جو 1983 میں ہی ریلیز ہوئی جبکہ دو فلمیں ”ہیرو“ اور فلم ”زلزلہ“ ان کے انتقال کے بعد ریلیز کی گئیں۔ فلم ہیرو 11 جنوری 1985 کو ریلیز ہوئی جبکہ فلم زلزلہ 3 مارچ 1987 کو ریلیز ہوئی جبکہ ان کی دو فلمیں مکمل ہونے کے باوجود آج تک ریلیز نہ ہو سکیں جن میں فلم ”ہم بھی توڑے ہیں راہوں میں“ اور فلم ”میرے جیون ساتھی“ شامل ہیں۔

وحید مراد کی بطور اداکار پہلی فلم ”اولاد“ تھی اور بطور ہیرو پہلی فلم ”ہیرو“ اور پھر ”تھی جبکہ ان کی آخری ریلیز شدہ فلم ”زلزلہ“ تھی جو ان کے انتقال کے کئی سال بعد ریلیز ہوئی۔ انہوں نے اپنے انتقال سے قبل جن فلموں کی شوٹنگ میں حصہ لیا ان میں ان کی ذاتی فلم ”ہیرو“ کے علاوہ بھی کئی فلمیں شامل تھیں لیکن ان تمام زیر تکمیل فلموں میں سے صرف فلم ”ہیرو“ ہی ریلیز ہو سکی اس فلم میں وحید مراد کی کئی زیر تکمیل

اوسری فلموں کے سین بھی ڈالے گئے کیونکہ جس وقت وحید مراد کا انتقال ہوا فلم ”ہیرو“ کی فلم بندی مکمل نہیں ہوئی تھی اور ایک گانا اور کچھ سین باقی تھے جن کو فلمانے کا موقع وحید مراد کو نہ مل سکا۔ فلم ہیرو بھی وحید مراد کے انتقال کے کئی سال بعد ریلیز ہوئی اس فلم کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس فلم میں وحید مراد کے بیٹے عادل مراد بھی چائلڈ اسٹار کے طور پر ایک مختصر کردار ادا کر کے اداکاروں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔

وحید مراد کی بطور فلمساز اور اداکار نمایاں فن کارکردگی، منفرد اسٹائل، سونگ کچھرا نیزیشن اور بے مثال مقبولیت کی وجہ سے ان کو بہت پہلے ہی پرائیڈ آف پرفارمنس مل جانا چاہیے تھا لیکن ان کے انتقال کو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد سابق صدر پاکستان آصف علی زرداری نے 2010 میں وحید مراد کو بعد از مرگ ”تمغہ امتیاز“ کا اعزاز عطا فرما کر وحید مراد کے لاکھوں مداحوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کر کے ان کے دل جیت لیے۔ یہ ایوارڈ ایک پر وقار تقریب میں وحید مراد مرحوم کی بیوہ سلمیٰ مراد نے اس وقت کے صدر پاکستان سے وصول کیا۔ واضح رہے کہ صدر پاکستان کی کرسی پر فائز رہنے والے آصف علی زرداری ماضی میں ایک فلم ”ساگرہ“ میں وحید مراد کے بچپن کا کردار بھی ادا کر چکے ہیں۔

پاکستان کے پہلے سپر اسٹار وحید مراد کا شمار فلم انڈسٹری کے سب سے زیادہ پڑھے لکھے اداکاروں میں ہوتا تھا، انہوں نے پاکستانی فلموں میں اپنے کیریئر کا آغاز ایک فلمساز کے طور پر 1960 میں کیا اور بطور فلمساز 12 فلمیں پروڈیوس کیں جن میں سے 4 فلموں کی کہانیاں بھی انہوں نے خود تحریر کیں جبکہ اپنی ذاتی فلم ”اشارہ“ کی ہدایتکاری بھی کی اور اسی فلم میں ایک گانا بھی بطور گلوکار انہوں نے گایا، بطور فلمساز ان کی پہلی فلم ”انسان بدلتا ہے“ تھی جس کے بعد انہوں نے فلم پروڈیوسر کی حیثیت سے اپنی دوسری فلم ”جب سے دیکھا ہے تمہیں“ بنائی اس کے علاوہ وحید مراد نے بطور فلمساز ایک پنجابی فلم ”مستانہ مائی“ بھی پروڈیوس کی جس کے ہیرو بھی یہ خود ہی تھے۔ گڈاسہ کلچر پر مبنی فلموں کے دور میں انہوں نے ایک صاف ستھری رومانی پنجابی فلم ”مستانہ مائی“ بنائے کہ فلموں کا ٹریڈ بدلا ان کی پہلی ہی پنجابی فلم نے سپر ہٹ کامیابی حاصل کر کے ان کو اردو فلموں کے ساتھ ساتھ پنجابی فلموں کا بھی کامیاب اداکار بنا دیا جس کے بعد ان کو متعدد پنجابی فلموں میں کاسٹ کیا گیا۔ فلمساز کی حیثیت سے اپنی بنائی ہوئی ابتدائی دونوں فلموں ”فلم جب سے دیکھا ہے تمہیں اور فلم انسان بدلتا ہے“ میں یہ خود ہیرو نہیں آئے بلکہ انہوں نے اپنی ان دونوں فلموں میں اداکار درپن کو ہیرو دیا تھا، وہ صرف ان فلموں کے پروڈیوسر تھے

لیکن بطور فلمساز ان دونوں فلموں کی تکمیل کے دوران انہیں اداکار درپن نے بہت زیادہ پریشان کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے فلمساز کی حیثیت سے جب اپنی تیسری فلم ”ہیرا اور پتھر“ شروع کی تو اس فلم کے لیے انہوں نے کسی دوسرے ہیرو کو کاسٹ کرنے کے لیے سوچنا شروع کیا اسی دوران ان کے قریبی دوستوں نے ان کو مشورہ دیا کہ چونکہ وہ خود بھی اسٹار اور خوبصورت ہیں لہذا وہ اس فلم میں خود ہی ہیرو کا کردار ادا کریں۔ یہ بات وحید مراد کے دل کو بھائی اور بطور فلمساز انہوں نے اپنی تیسری فلم ”ہیرا اور پتھر“ میں ہیرو کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فلم میں نہ صرف وہ خود ہیرو آئے بلکہ اپنے دوستوں کو بھی اس فلم کے ذریعے فلمی دنیا میں متعارف کروایا جن میں ہدایتکار پرویز ملک، موسیقار سہیل رانا، نغمہ نگار مسرور انور، ہدویں کار ایم عقیل خان اور کئی نئے فنکار شامل تھے، فلم ”ہیرا اور پتھر“ کی شاندار کامیابی نے نہ صرف وحید مراد کو فلمی ہیرو بنا ڈالا بلکہ فلم انڈسٹری کو کئی ایسے نامور فنکار دیے جنہوں نے آگے جا کر بڑا نام اور مقام پیدا کیا۔ 1961 میں وحید مراد کو ہدایتکار ایس ایم یوسف نے اپنی فلم ”اولاد“ میں ایک اہم رول میں پہلی بار کاسٹ کیا اور یوں بطور اداکار وحید مراد کی پہلی فلم ”اولاد“ اگست 1962 میں ریلیز ہوئی اور 50 ہفتے چل کر گولڈن جوبلی کرنے کا اعزاز حاصل کیا لیکن وحید مراد کو اصل شہرت اور کامیابی اپنی ذاتی فلم ”ہیرا اور پتھر“ سے ملی جس میں انہوں نے پہلی بار بطور ہیرو کام کیا اور بہت پسند کیے گئے، یہ فلم 4 دسمبر 1964 میں ریلیز ہو کر شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوئی اس فلم میں وحید مراد کی ہیروئن اداکارہ زیبا تھیں، اس فلم کی کامیابی سے لوی ووڈ کو ایک ایسا اسٹائش رومانی ہیرو مل گیا جس نے آگے چل کر پاکستان فلم انڈسٹری کا نام دنیا بھر میں مشہور کیا۔ وحید مراد کو پاکستان کی پہلی پلانٹیم جوبلی فلم ”مران“ کا مصنف، فلمساز اور ہیرو ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے یہ فلم 1965 میں ریلیز ہوئی اس فلم میں بھی وحید مراد کی ہیروئن اداکارہ زیبا تھیں۔ فلم ہیرا اور پتھر کے بعد فلم ارمان کی فقید المثال کامیابی سے وحید مراد اور زیبا کی فلمی جوڑی راتوں رات سپر ہٹ ہو گئی اور ان دونوں کا نام ہی فلموں کی کامیابی کی ضمانت بن گیا اور ان دونوں کو متعدد فلموں میں ایک ساتھ کاسٹ کیا گیا جن میں سے تقریباً تمام ہی فلمیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں جبکہ انہوں نے متعدد فلموں میں اداکارہ روزینہ، اداکارہ دیبا اور اداکارہ نشو کے ہمراہ ہیرو کا کردار ادا کر کے کامیابی بھی حاصل کی لیکن وہ چاہتے تھے کہ کسی ایسی اداکارہ کے ساتھ اپنی جوڑی بنائیں جو زیبا کا نعم البدل ثابت ہو سکے چنانچہ انہوں نے بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) کی فلموں میں کام کرنے والی ایک اداکارہ شبنم کو مغربی پاکستان بلا کر اپنی ذاتی فلم ”سمندر“ میں اپنے ساتھ بطور ہیروئن کاسٹ کیا اور ان کا یہ تجربہ بہت کامیاب ثابت ہوا فلم سمندر نے بھی سپر ہٹ کامیابی حاصل کی اور یوں ان کی جوڑی

اداکارہ شبنم کے ساتھ بھی ہٹ ہو گئی جس کے نتیجے میں ان دونوں کی متعدد فلموں نے سپر ہٹ کامیابی حاصل کی جن میں خاص طور پر فلم عندلیب، ہندگی، نصیب اپنا اپنا اور لاڈلا جیسی فلمیں شامل ہیں جن کو آج بھی شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو وحید مراد نے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا، شبنم کو مغربی پاکستان میں وحید مراد نے ہی انٹرویو س کروایا، پرویز ملک، سہیل رعنا اور مسرور انور کو فلمی دنیا میں متعارف کروانے اور بام عروج پر پہچانے والا وحید مراد اپنے ہی دوستوں کی بے رخی اور احسان فراموشی کا شکار ہوا تو وہ یہ غم برداشت نہ کر سکا اور چونکہ وہ ایک حساس دل رکھتا تھا اس لیے وہ بہت زیادہ دلبرداشتہ ہو گیا جس کا اثر ان کی صحت پر بھی پڑا اور اسی دوران وحید مراد کے والد نثار مراد کا بھی انتقال ہو گیا، وحید مراد اپنے والد سے بہت پیار کرتے تھے وہ اس صدمے کو برداشت نہ کر پائے اور شدید ڈپریشن کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے اور آخری دنوں میں اسی ڈپریشن کی وجہ سے ان کے کئی ایکسیڈنٹ بھی ہوئے جن میں ان کے چہرے پر بھی زخم آئے جن کے علاج اور سرجری کے لیے وہ کراچی آئے ہوئے تھے جہاں ان کے ساتھ صرف ان کا بیٹا عادل مراد موجود تھا جس کی عمر اس وقت صرف 13 سال تھی۔ وحید مراد کی وائف سلمیٰ مراد اور ان کی بیٹی عالیہ مراد ان دنوں ہوسٹن امریکہ میں مقیم تھیں۔

اپنے انتقال سے چند روز قبل وہ کراچی میں پریس کلب کے قریب ”سدکو ایونیو“ میں واقع اپنے ذاتی فلیٹ سے اپنی منہ بولی بہن بیگم ممتاز ایوب کے گھر منتقل ہوئے تھے، انہوں نے انتقال سے 10 دن قبل اپنے بیٹے عادل مراد کی ساگرہ بھی بنائی تھی جس کے بعد وہ اپنے چہرے پر لگے ہوئے زخموں کی پلاسٹک سرجری کے لیے سرجن سے ٹائم لے چکے تھے کہ 23 نومبر 1983 کو وہ کراچی میں اپنی منہ بولی بہن بیگم ممتاز ایوب کی رہائش گاہ پر اپنا پاک انتقال کر گئے اور ان کی وفات کے ساتھ ہی فلمی دنیا کے ایک سنہری دور کا خاتمہ ہو گیا، ان کے انتقال سے دو ہفتے قبل کراچی میں قائم الحروف نے ان سے ”سدکو ایونیو“ نزد کراچی پریس کلب میں واقع ان کے فلیٹ میں ان سے ملاقات کی تھی جس کے دوران ان کا پرانا ملازم سکندر بھی موجود تھا اس یادگار ملاقات میں وحید مراد صاحب کو میں نے اپنے مضامین اور ان کی تصاویر پر مشتمل ایک البم بھی پیش کی جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے لیکن مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ وہ وحید مراد جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگ بے قرار رہتے تھے اور جس کی خوبصورتی اور اسٹائش کے چرچے گھر گھر ہوا کرتے تھے اس ملاقات میں وہ کسی شاندار عمارت کا کھنڈر دکھائی دے رہا تھا، ڈپریشن اور مایوسی نے وحید مراد کی خود اعتمادی اور قابل رشک جوانی کو دیمک کی طرح کھا لیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی مایوسی اور ڈپریشن لاکھوں فلم بینوں کے پسندیدہ فنکار



وحید مراد پاکستانی فلموں کے پہلے ڈانگ ہیرو اور پہلے سپر اسٹار تھے ان کے ہیئر اسٹائل، چال ڈھال، لباس، لب و لہجہ، اداکاری اور خاص طور پر گانوں کی فلم بندی کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے ان کے اسٹائل کو نہ صرف پاکستان بلکہ بھارت میں بھی عام لوگوں اور فلمی دنیا کے نامور سپر اسٹارز نے کاپی کیا۔ وحید مراد پاکستان کے وہ واحد فنکار تھے جن کے مداحوں نے سب سے پہلے ان سے منسوب ایک فین کلب ”آل پاکستان وحیدی کلب“ قائم کیا کسی بھی فنکار کے مداحوں کی جانب سے بنایا گیا یہ پاکستان کا پہلا فین کلب تھا اس سے قبل پاکستان میں ایسی کوئی روایت نہیں تھی، آل پاکستان وحیدی کلب کے علاوہ ان کے مداحوں نے آل پاکستان پرنس وحیدی کلب اور آل پاکستان وحید مراد آرٹ سرکل جیسی فعال ثقافتی تنظیمیں قائم کیں جنہوں نے وحید مراد کے نام اور کام کو زندہ رکھنے کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔ وحید مراد وہ پہلے پاکستانی اداکار تھے جن کے نام پر سب سے پہلے کسی روڈ کا نام رکھا گیا، کراچی میں سابقہ مارشٹن روڈ کا نام بدل کر باقاعدہ سرکاری طور پر ”وحید مراد روڈ“ رکھا گیا۔ وحید مراد وہ واحد پاکستانی اداکار ہیں جنہوں نے اپنے زمانے کی تقریباً تمام ہیروئنز کے ساتھ کام کیا بلکہ وحید مراد کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان کے ساتھ فلموں میں ہیروئن آنے والی اداکارہ شمیم آراء، نغمہ اور بہار نے بعد میں کئی فلموں میں وحید مراد کی ماں کا کردار بھی ادا کیا۔ اداکارہ شمیم آراء نے فلم ”وقت“ اور فلم ”جیواور جینے دو“ میں اور اداکارہ نغمہ نے فلم ”آواز“ میں وحید مراد کی ماں کے کردار ادا کیے۔ وحید مراد پاکستان کا وہ واحد فلمی ہیرو تھا جس نے کبھی ٹینگ ٹو اولڈ کردار ادا نہیں کیا وہ کسی فلم میں کسی کا باپ نہیں بنا وہ فلموں میں ہیرو بن کر آیا تھا اور ایک ہیرو کے طور پر ہی اس فانی دنیا سے رخصت ہو گیا بلکہ اس کے ساتھ کام کرنے والے اداکار محمد علی اور ندیم کئی فلموں میں وحید مراد کے

بھائی اور باپ بن کر آئے جن میں خاص طور پر فلم ”آواز“ جس میں اداکار محمد علی نے وحید مراد کے باپ کا کردار ادا کیا اور فلم ”جیواور جینے دو“ جس میں اداکار ندیم نے وحید مراد کے باپ کا کردار ادا کیا جبکہ محمد علی نے بہت سی فلموں میں وحید مراد کے بڑے بھائی کا کردار ادا کیا۔ وحید مراد نے یوں تو بہت سے مرد فنکاروں اور فلمی ہیروئنز کے ساتھ کام کیا لیکن ان کو سب سے زیادہ اداکار محمد علی اور اداکارہ رانی کے ساتھ پسند کیا گیا اور ان دونوں فنکاروں کے ساتھ ریلیز ہونے والی وحید مراد کی اکثر فلمیں کامیابی سے ہمکنار ہوئیں۔ جس دور میں وحید مراد فلموں میں کام کیا کرتے تھے اس دور میں کسی بھی نئی اداکارہ کو فلموں میں انٹرو ڈیوس کروانا ہوتا تو فلم ساز اور ہدایتکار ہمیشہ اس اداکارہ کو سب سے پہلے وحید مراد کے ساتھ ہی ہیروئن کے طور پر کاسٹ کیا کرتے تھے جیسے اداکارہ انجمن کو فلم ”وعدے کی زنجیر“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر متعارف کروایا گیا اور اسی طرح اداکارہ روجی بانو کو فلم ”ضمیر“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر انٹرو ڈیوس کروایا گیا، غیر ملکی اداکارہ شمیم سنگھ کو فلم ”کالا دھندہ گورے لوگ“ میں وحید مراد کی ہیروئن کے کردار میں فلم بیٹوں سے متعارف کروایا گیا۔ اداکارہ سائرہ کو فلم ”چھوٹے میرے گلشن کا“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر متعارف کروایا گیا، اداکارہ نیلم کو فلم ”بندھن“ میں وحید مراد کی ہیروئن بنا کر منظر عام پر لایا گیا غرض یہ کہ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ جب بھی کسی اداکارہ کو لوی ووڈ میں پہلی بار چانس دیا گیا تو اس کے مد مقابل ہیرو کے کردار کے لیے ہمیشہ وحید مراد کو ہی چنا گیا۔ وحید مراد نے تمام فلموں میں بطور ہیرو ہی کام کیا لیکن صرف ایک فلم ”دیشیے کا گھر“ میں انہوں نے اداکار شاہد کے مد مقابل ”ولن“ کا کردار ادا کیا۔ وحید مراد کے آخری دور کی فلم ”آہٹ“ وہ واحد فلم ہے جس میں وحید مراد پر کوئی گانا کچراڑ نہیں کیا گیا جبکہ ان کی آخری فلم ”ہیرو“ وہ واحد فلم ہے جس میں وحید مراد نے اپنے ایک کردار کو نبھانے کے لیے اپنے مشہور زمانہ ہیئر اسٹائل کو تبدیل کر کے بال ماتھے سے اوپر کر کے بنائے۔

وحید مراد کو ان کے خاندان میں پیار سے سب ”ویدو“ کہہ کر بلاتے تھے۔ وحید مراد چٹ پٹے مصالحہ دار کھانے بہت شوق سے کھاتے تھے خاص طور پر جھینگا، مچھلی اور نہاری ان کے پسندیدہ کھانے تھے جبکہ لہسن کی چٹنی ان کے دستر خوان کا لازمی حصہ ہوا کرتی تھی۔ وحید مراد بہت صاف گو اور نفیس انسان تھے جو ان سے ایک بار مل لیتا وہ ان کا گردیدہ ہو جایا کرتا تھا۔ وحید مراد کی بیٹی عالیہ مراد اور بیٹا عادل مراد دونوں ہی نے شوہز کی دنیا میں قدم رکھا لیکن عالیہ مراد لیڈیز کپڑے بنانے والی ایک کمپنی کے اشتہار میں اداکارہ انیتا ایوب کے ہمراہ ماڈلنگ کرنے کے کچھ ہی عرصہ بعد شادی کر کے شوہز کی دنیا سے دور

چلی گئیں جبکہ عادل مراد نے شوہز کی فیلڈ میں خاصی کامیابی حاصل کی اور اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے آپ کو منوایا، وہ مقامی ٹی وی چینل کے ایک مقبول پروگرام ”سچ کا سامنا“ کے ہوسٹ بھی بنے اور ان کے اس پروگرام نے پسندیدگی کی سند حاصل کی۔ کل کا چانپلڈ اسٹار عادل مراد آج ایک کامیاب اداکار اور پروڈیوسر بن چکا ہے جس کی بنائی ہوئی ٹیلی فلمیں اور ٹی وی ڈرامے ناظرین میں مقبولیت حاصل کر رہے ہیں، پروڈکشن اور ڈائریکشن کے ساتھ بعض ٹیلی فلموں اور ڈراموں میں عادل مراد نے عمدہ اداکاری کر کے اپنے مداحوں کا ایک حلقہ بنالیا ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان کے مقبول ترین فلمی ہیرو وحید مراد کا شروع کیا ہوا سفر ابھی ختم نہیں ہوا ہے کہ عادل مراد کی شکل میں ایک باصلاحیت پروڈیوسر، ہدایتکار، ہوسٹ، اور اداکار لوی ووڈ فلم انڈسٹری اور ٹی وی چینلز پر اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر کامیابی کے سفر پر گامزن ہے۔

وحید مراد کا شاندار کام ان کے نام کو فن کی دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا کہ وحید مراد جیسے منفرد، اسٹائلش اور باصلاحیت اداکار صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور صدیوں تک یاد رکھے جاتے ہیں جب تک فن، فنکار اور فنکاروں کے قدردان موجود ہیں وحید مراد کا نام فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ ان جیسا فنکار نہ ان کے زمانے میں کوئی تھا نہ آج ہے اور نہ ہی آنے والے کل میں پیدا ہوگا جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے انتقال کر جانے کے 33 برس بعد بھی کوئی دوسرا پاکستانی فنکار ان جیسی بے مثال اور ریکارڈ ساز مقبولیت حاصل نہیں کر سکا، بہت سے فنکاروں نے وحید مراد کے اسٹائل کو کاپی کیا لیکن کوئی بھی وحید مراد کی جگہ لینے میں کامیاب نہ ہو سکا کہ بعض لوگوں کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ کبھی پورا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ وحید مراد مرحوم کی مغفرت فرماتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

جھریوں یا رنگلز سے گھر بیٹھے
نجات

جلد کو جھریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے دو گرام سلاجیت اور عرق گلاب ملا کر پیسٹ بنالیں۔ اور چہرے پر لگائیں۔ سونکھنے پر چہرہ دھو کر صاف کر لیں۔ انڈے کی سفیدی میں ایک چمچہ شہد اور ایک چمچہ زیتون کا تیل ملا کر چہرے پر لگانے سے بھی جلد ٹائٹ اور فریش ہو جاتی ہے۔ اسکے علاوہ کچا دودھ بھی چہرے کے لیے مفید ہے۔

آئی برو اور لیشنز گھنی کریں

جن بہنوں کی آئی برو یا بھنؤئیں اور لیشریا پلکیں ہلکی ہیں وہ روز رات کو کسفر آئل میں زیتون کا تیل ملا کر لگائیں۔ گھنٹی ہو جائیں گی۔



آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے یا ڈارک سرکلز

آنکھوں کے گرد اگر سیاہ حلقے ہیں تو ان پر آلو کی قتلّی یا کھیرا بھی رکھیں تو کافی سکون ملتا ہے اور تھکاوٹ دور ہوتی ہے آپ آلو کش کر کے اسے گول سانچے میں فریز کر کے بھی آنکھوں پر رکھ سکتی ہیں اس کے علاوہ اگر آپ کو ارجنٹ کسی تقریب میں جانا ہے اور میک اپ ان آئی سرکلز کو چھپانے میں ناکام ہو رہا ہے تو گھبرائیے نہیں بلکہ دو اسٹیل کے چمچے تھوڑی دیر کے لیے فریزر میں رکھ دیں اور نکلنے سے ذرا دیر پہلے انھیں آنکھوں پر رکھ کر گولائی کی شکل میں ہلکا سا مساج کریں یہ دب جائیں گے اور سبک اب میں نمایاں بھی نہیں ہوں گے۔

آپ ایک چچے سونف ایک کپ پانی میں اہال کر اور اس میں عرق گلاب ملا کر اپہرے بوتل میں بھر لیں اور اس سے چہرے پر دو سے تین دفعہ دن میں اپہرے کریں تو اسکن پر بہت اچھا رزلٹ آئے گا جلد جتنی صاف رہے گی اتنی ہی لکٹی اور کیل مہاسوں سے محفوظ بھی۔

کیل مہاسوں سے نجات

کیل مہاسوں سے نجات کے لیے چہرے پر نمک، سرکہ اور سفیدے کے پتے گرم پانی میں ڈال کر اسٹیم لیں۔ جبکہ لیکنی کے لیے دو عدد پودینے کے پتے، دو عدد سفیدے کے اور دو عدد نیم کے پتے لے کر پیسٹ بنائیں اور لیکنی کی جگہ اپائی کریں پینتالیس منٹ کے بعد چہرہ صاف پانی سے دھو لیں۔ یہ نسخہ ہفتے میں دو دن استعمال کرنا ہے نتیجہ آپ کے سامنے ہوگا۔

ایکنی یا اسکن ڈیل ٹون کا حل

جن خواتین کو لمبائی یا سانولے رنگ کا مسئلہ ہو یا اسکن ڈبل ٹون ہو جائے ان کو چیلے کہ وہ ایلو را کا جیل نکال کر سات سے دس قطرے اوپو آئل کے کس کر کے پیسٹ بنالیں۔ اور روز یہ کریمی پیسٹ رات کو لگا کے سونیں۔ پندرہ سے بیس دن میں اسکن بالکل صاف ہو جائے گی۔

جلد کا رنگ

بیسن میں لیموں کے چند قطرے ڈال کر پیسٹ بنائیں۔ اور پھر اس سے سوپ کی جگہ روز منہ دھوئیں۔ اس سے لکڑی میں بھی کمی ہوگی اور جلد ک رنگ بھی خراب نہیں ہوگا بلکہ پہلے سے زیادہ صاف ہو جائے گا۔



جلد کی حفاظت اور گھریلو نسخے
مصنف: شیخ محمد عثمان فاروق

جلد کی تازگی

دھوپ کی انواراٹلٹ شعاعیں جلد کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔ خاص طور پر گرمیوں کے طویل موسم میں یہ اکثر خواتین کے لیے پریشان کن ثابت ہوتی ہیں۔ اور جلد کی تازگی ختم کر کے اسے جلد بوڑھا کر دیتی ہیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ آپ گھر سے باہر ہی نہ نکلیں۔ پر جب بھی نکلیں سن ہلاک ضرور لگائیں۔ یا میک اپ میں ایسی پروڈکٹ استعمال کریں جن میں ایس پی ایف ہو کوشش کریں کہ لمبی آستینوں والے کپڑے پہنیں۔ پیشانی کو دوپٹے یا اسکارف سے کور کریں۔ چہل قدمی صبح کے وقت کریں تاکہ آپ ان نقصان دہ شعاعوں سے کسی حد تک محفوظ رہ سکیں۔ اگر آپ اپنی جلد پر عمر کے بڑھتے اثرات سے پریشان ہیں جو ایسٹروجن اور دوسرے مختلف عوامل کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔



تو آپ انکی مناسب دیکھ بھال اور حفاظت گھر بیٹھے مختلف دلیسی
نصوٰں سے بھی کر سکتیں ہیں۔ ہوسکے تو سبزیوں کا استعمال زیادہ
سے زیادہ رکھیں۔ ڈیوں کی بند خوراک سے پرہیز کریں۔ جزی
بوٹیوں کا استعمال رکھیں۔ تیز مصالحے اور تلی ہوئی چیزوں کا
استعمال کم کریں۔ تازہ جوس کا استعمال کریں۔ سردیوں میں گرین ٹی
یا قہوہ چائے کا استعمال لیکن کثرت سے بھی نہیں بہتر ہے۔ پنیر،
مچھلی، اسی کے بیج، نمائز، کافی اور زیتون کے تیل کا استعمال بھی
جلد پر نمودار ہونے والے اثرات کو کافی حد تک کم کرتا ہے
دودھ، انڈہ، دہی، پالک، گاجر پیتے، عرق گلاب، گیندے کے پھول کا
عرق کا استعمال بھی جلد کے لیے مؤثر ثابت ہوسکتا ہے اور ان
اثرات کو کافی حد تک کم کردیتا ہے۔ بلکہ جلد کو نکھارتا اور
خوبصورت بھی بناتا ہے۔ پانی کا استعمال ہمیشہ زیادہ رکھیں۔ کم سے
کم دن میں سولہ گلاس پانی ضرور پئیں۔ گرمیوں میں آپ تین
سے چار خوبانی، چند پتے پودے، آدھا پانی جگ ٹھنڈا جوس بناکر
پئیں تو اس سے گرمی کی شدت میں کافی کمی آجاتی ہے اور
جلد کو توانائی اور تازگی ملتی ہے۔ اسکے علاوہ اگر

بڑھتے ہوئے وزن سے پریشانی

اگر آپ بڑھتے ہوئے وزن سے پریشان ہیں تو اسکا ایک آسان سا حل بھی موجود ہے دو سو پچاس گرام شہد لیں۔ ایک سو اسی ملی لیٹر سفید سرکہاور دو سو پچاس گرام باریک کٹا لہسن کے ساتھ اچھی طرح مکس کر کے کسی ایئر ٹائٹ بوتل میں بھر کر فریج میں رکھ دیں۔ اور روز نہار منہ ناشتے سے پہلے دو چمچے استعمال کریں۔



کوشش کریں کہ ان پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیں۔ اپنے شیمپو اور تیل ہر دو ماہ بعد اپنے بالوں اور جلد کے مطابق تبدیل کریں۔ ہیز فال زیادہ ہو تو شیمپو کا استعمال نہ کریں بہت سی جڑی بوٹیاں اسکا نعم البدل بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسے املہ ریٹھا سیکا کاٹی۔ بال جھڑ کا استعمال کر سکتے ہیں۔ نہار منہ شہد کا استعمال کریں مچھلی کا استعمال زیادہ سے زیادہ رکھیں۔ اسکے علاوہ آپ تیل میں ہفتے میں ایک دن لگا کر اور لیمن جوس ملا کر بھی بالوں میں ہفتے میں ایک دن لگا کر مساج کریں اور تین سے چار گھنٹوں کے بعد سر کو اچھی طرح دھولیں تو اس سے بھی کافی فرق پڑے گا اگر بال تیزی سے گر رہے ہیں تو رات کو کچھ مینتی کے دانے پانی میں جھگو کر رکھ دیں۔ اور صبح سر میں تین سے چار گھنٹے لگا کر سر کو کور کر دیں۔ پھر سر کو دھو کر جڑوں میں ہلکا سا آئل لگالیں۔ یا نیم گرم پانی میں لیمن ملا کر ہلکا سا مساج کر لیں۔ بال گرنا رک جائیں گے اور چمکدار بھی ہوں گے۔ اگر یہی عمل بکری کے دودھ کے ساتھ دہرایا جائے تو ایک سے ڈیڑھ ماہ میں ہی نتائج سامنے آجائیں گے اور بال پہلے سے اچھا اور گھنا نکلے گا یہ عمل ہفتے میں دو دفعہ لازمی کرنا ہے۔

§§§

سوچے ہوئے پاؤں

اگر آپ کے پاؤں بیٹھے بیٹھے سوچ جاتے ہیں۔ تو روزانہ رات کو ایک پلاسٹک کے ٹب میں پانی کے اندر ایک چمچہ زیتون کا تیل ملا کر کچھ وقت کے لیے پاؤں پانی میں ڈبو کر رکھیں۔ جلد ہی تکلیف میں آرام ہوگا۔

پیروں کی صفائی اور خوبصورتی کے لیے

ایک سفید شلجم چمیل کر اہال لین اور پھر کچل کر پانی میں ملا دیں اور شیمپو اور تھوڑی ہلدی شامل کر کے کچھ دیر پیروں کو نیم گرم پانی میں ڈبو کر رکھیں۔ اسکے بعد پیڑی کیور کٹ اگر ہو تو ورنہ کسی نرم برش کی مدد سے انگلیوں اور ناخنوں کی اچھی طرح صفائی کریں۔ اور خشک کر لیں یہ عمل روز کریں۔ آپ پانی میں اورک کا پانی بھی ڈال سکتی ہیں۔ اسکے علاوہ دودھ میں ہلدی ملا کر اس سے بھی پاؤں اور ہاتھوں کا مساج کر سکتی ہیں۔

توانا بال اب آپ بھی بنائیں

بال حسن کی علامت ہیں۔ اگر ان میں گرے جھڑنے یا سفید ہونے یا خشکی کا عمل شروع ہو جائے یا دو شاخہ نیز ایسی کی پروبلمز ہیں جو بالوں کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ تو

جنید جمشید دلوں میں زندہ رہے گا

مصنف: علی احمد

دنیا میں انسان کا ٹھکانہ عارضی ہے دنیا میں موجود ہر ایک چیز کا وجود عارضی ہے اور وہ فانی ہے اور موت اٹل ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی ہے موت نے ایک نہ ایک ہمیں گلے لگا نا ہے اور ہم پھر اس جہاں فانی سے کوچ کر جانا ہے موت کے بعد کوئی لوٹ کر واپس نہیں آتا ہے اور جب موت کا وقت آتا ہے تو ایک پل کی مہلت نہیں دیتا اور فرشتہ پل میں روح قبض کر پوز کر جاتا ہے اس دنیا میں ہمیں اپنے آنے والے پل کی بھی خبر نہیں نکس پل موت گلے لگاتی ہے انسان اس عارضی مکاں کو سب کچھ تصور کر لیتا ہے انسان کو بھلا کوں سمجھے کہ کسی سواری کا مسافر منزل کو لوٹ جاتا ہے ناکہ اس سواری کو اپنی منزل تصور کر لیتا ہے جب انسان اس دنیا کو اپنی راحت آسائش سمجھتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ وہ تو چند سانس اوجھلے کر آیا ہے اور دنیا بنانے کی مستی میں مست ہو کر بہت دور چلا جاتا ہے اسے پیچھے مڑ کر دیکھنا ایسا لگتا ہے کہ اس کی بربادی ہے اگر وہ اس دنیا کی بلندی شہرت دولت چھوڑے تو کیسے چھوڑ جس کے لئے اس نے اتنا طویل سفر طے کیا ہے اور وہ اپنی واپسی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اگر کچھ دیر کے لئے اپنی ذات کا جائزہ لیں یا معاشرے میں اپنے ارد گرد نظر دوڑیں تو ایسے افراد سے دنیا بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنی منزل تو پا لی ہے راستے کے چٹاؤ میں غلطی کر بیٹھے ہیں ایک بڑی فتح اور کامیابی کے بعد احساس ہو کہ غلط راستے پر چل کر آئے ہیں تو اس دولت عزت شہرت نے واپسی پر اٹھتے قدموں میں بیڑیاں ڈال دیں اور واپسی کی جانب اٹھتے قدموں کو تھمنے پر مجبور کر دیا پھر جو لوگ ان بیڑیوں کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں تو وہ ساری حیاتی اس کونائیں میں غرق رہتے ہیں کچھ ایسے بھی باہمت ہوتے ہیں جب وہ اس شہرت دولت والی منزل کے قریب ہوتے ہیں یا منزل پا چکے ہوتے ہیں تو ان کے ضمیر کو ملنے والی اللہ کی جانب ہدایت کو اس منزل سے منہ موڑنے پر مجبور کر دیتی ہے اور وہی ہدایت ان بیڑیوں کو توڑ کر اس رائے حق پر لے آتی ہے جس سے شاید وہ اب تک غافل تھا۔



جنید جمشید بھی انہی انسانوں میں سے ایک تھے جو اس ہدایت کو منزل کی پہلی سیڑھی سمجھتے ہوئے اس خدا واحد لائبریک کی راہ پر میں نکل پڑا جس نے اپنی کئی سالوں کی محنت کے بعد حاصل ہونے والی منزل کو پل میں ٹھکرا کر اس حقیقی سفر میں راحت سفر باندھا جس پر چلنے کے لئے اللہ پاک اپنے پیاروں کو نوازتا ہے اس بات سے ہم انکار نہیں سکتے کہ جنید جمشید نے زندگی میں جو بھی کام کیا وہ انتہا تک کیا اور خوب محنت اور لگن سے کیا جس میں وہ پختہ ارادے سے ڈٹ کر اس کام کو سرانجام دیتے تھے اس نے موسیقی کے فن کا آغاز ہی دل سے کیا جس میں اس کے سر سے نکلا پہلا لفظ ہی دل دل پاکستان تھا جو ایک سچا حب الوطن ہی کر سکتا ہے جنید جمشید 1964

کو جب کچھن اکبر خان جندی کے گھر کر اچی میں پیدا ہوا تو اس وقت کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا ہو گا کہ یہ بچہ ایک دن اتنا عظیم ہو جائے گا کہ اپنے آپ کو رہتی دنیا میں امر کر جائے گا جنید جمشید کے والد اتر فورس میں کپٹن تھے تو فوج سے نسبت کی وجہ سے وہ اپنے بیٹے کو اتر فورس میں پائلٹ بنانا چاہتے تھے اس مقصد کے لئے جنید جمشید نے لاہور کی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے ٹیکنیکل انجینئرنگ ڈگری حاصل کی اور بعد میں پاکستان اتر فورس میں سولین کنٹر کیئر کے طور پر ملازمت حاصل کی جب 1983 میں پہلی مرتبہ جنید جمشید نے راک سگر کے طور پر یونیورسٹی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو شرکاء نے بہت پسند کیا پھر دوستوں کے ساتھ مل کر ایک میوزیکل گروپ بنایا کچھ سالوں کی محنت رنگ لے آئی اور 14 اگست 1987ء کو پاکستان کے یوم آزادی کے دن وطن سے محبت کا اظہار ”دل دل پاکستان جان جان پاکستان“ جیسے سدا بہار ملی نغمے سے کیا وہ ملی نغمہ اتنا مشہور ہوا کہ اس وقت لے کر اب تک عوام میں مقبول ہے جو اب بھی دنیا کے بہترین قومی نغموں کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے جنید جمشید کا وائٹل سائنس گروپ مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے چھا رہا ہے جنید جمشید نے اپنی صلاحیتوں سے پاکستان میں پاپ میوزک کو بام عروج بخشا 1994ء میں جنید جمشید نے اپنا پہلا سولو البم نکالا جس نے آتے ہی پاکستان کے علاوہ پوری دنیا میں دھوم مچا دی یہ جنید جمشید کی زندگی کا عروج تھا۔

پر جنید جمشید اتنی شہرت پانے کے بعد بھی اپنی زندگی سے مطمئن نہ تھے اور ہمیشہ اس چیز کو محسوس کرتے تھے کہ ان کی زندگی میں کسی چیز کی کمی ہے انہوں نے کچھ سال قبل ایک ٹی وی پروگرام میں بتایا تھا جب وہ گلوکاری کے فن میں عروج پر تھے وہ گھٹن محسوس کرتے تھے اور اپنی زندگی کو کسی کی وجہ سے اوجھڑا سمجھتے تھے شاید یہ گھٹن یہ غیر مطمئن ہونے کی کیفیت اور تڑپ وہ بدابت تھی جو ان کے دل میں کسی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ہلکی سی روشنی محسوس کی جاتی ہے ایسی ہلکی اور دھمی روشنی جو ایک اندھیرے کے اختتام اور روشنی کی ابتداء کے درمیان ہوتی ہے جس کو دیکھا تو نہیں جاتا سکتا پر محسوس کیا جاسکتا ہے کہ اب اندھیرا اپنے انجام کو پہنچ رہا ہے جنید جمشید نے اس ہدایت کی اس دھمی روشنی کو اپنی شہرت اور بلندی کے اندھیرے میں ڈوبنے نہیں دیا بلکہ اس روشنی کی کھوج لگانا شروع کر دی آخر اس ہلکی اور دھمی روشنی کی آمد کدھر سے ہے پر اس بات کا اندازہ جنید جمشید کو بھی نہ ہو گا کہ اس ہلکی مدھم روشنی جس کے پیچھے وہ چل پڑا ہے اس کو ایک دن ایسے روشن دن میں لے آئے گی جس سے اس کی دنیا اور آخر سنور جائے گی۔

مولانا طارق جمیل سے ہونے والی اتفاقی ملاقات نے جنید جمشید کی دنیا بدل دی پھر وہ اچانک موسیقی کی دنیا کو خیر باد کہے کر خیر کے راستے چل پڑے اور گھر کے قریب واقع مسجد کے دروازے پر دستک دینے کے بعد اس نے جو لذت خدا کی راہ میں نکل کر پائی جس کی کمی وہ ہمیشہ محسوس کرتا تھا 2004ء کے بعد جنید جمشید تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے اپنا تک اپنا پیشہ جس کی بنیاد پر ان کو عزت شہرت ملی تھی چھوڑ کر پریشانی تو ہوئی اپنے پرانے کی طرف سے تنقید کے نشتر بھی چلائے گئے لیکن خدا کا بند سجدے کی لذت کو پا چکا تھا جس تنقید کے نشترے اثر ثابت ہو رہے تھے پر جنید جمشید نے ہمت نہ ہاری اور اس لگن میں بے بے کے نام سے اپنا کاروبار شروع کیا جس کو جاری وساری رکھا جو دنیا میں فیشن برانڈ بن گیا جس کے آؤٹ لٹ پورے پاکستان میں تھے جنید جمشید مسلسل تبلیغ کی راہ میں چلتے رہے کیونکہ ماضی میں جس غفلت کی اذیت سے وہ گزرتا رہا ہے وہ ہی اس کو اچھے طریقے سے محسوس کر سکتا ہے اس احساس کو لے کر وہ تبلیغ کی راہ پر نکل پڑتا تھا اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خدا کی راہ پر لانے کی جستجو کرتا رہا جنید جمشید میں خلق خدا سے محبت کا جذبہ بلند تھا وہ ایک طرف اپنے مسلمان بھائیوں کی آخرت سنوارنے کے لئے تبلیغ کرتا تھا اور ساتھ ہی غریب نادار مفلس بھائیوں کی امداد کرتا تھا ٹی وی پروگراموں کے ذریعے فلاح کا درس دیتا تھا اس نے موسیقی چھوڑی تو حمد ثناء اور نعتیں پڑھنا شروع کر دی کبھی انسانیت کے درس میں ڈوب کر خدمت انسانیت میں ڈٹ جاتے اور گلیوں کے پکڑے صاف کرنے کی مہم میں لگ جاتے اعلیٰ اخلاق کا بیکر محبتیں باٹنے والا وہ جنید جمشید بچوں بڑوں مردوں عورتوں جوانوں اور بزرگوں سب میں مقبول تھا جس کی وجہ سے دنیا میں 500 با اثر مسلمانوں کی شخصیات میں ان کا نام شامل تھا

جنید جمشید تمام طبقات میں مقبول تھے جس کی وجہ سے ان کا اپنی علماء کے علاوہ لوکاروں کھلاڑیوں کی وی انیکروں صحافیوں سیاست دانوں سب میں میل جول بہت اچھا تھا جس طرف بھی جاتے سب میں گھول مل جاتے مذہبی اور لبرل طبقے میں ایک پل کا کردار ادا کرتے تھے جس سے وہ درس تبلیغ اس لبرل طبقے تک لے جاتے تھے جب 7 دسمبر کو ان کی اچانک فضائی حادثے سب موت پر ہر آنکھ اشک بار تھی ہر دل غم زدہ تھا ہر چہرے پر اواسی چھائی ہوئی تھی جس دن جنید جمشید کی نماز جنازہ ہوا کی گئی اور تدفین کی گئی تو اس دن جنید جمشید کے جنازے کو دیکھ کر رشک آ رہا تھا اور ہر مسلمان کے دل میں ایسی ہی خواہش پیدا ہو رہی ہو گی یا اللہ ایسی دھوم دھام سے اس دنیا سے رخصتی تو اپنے پیارے بندوں کو عطاء کرتا ہے ہمیں بھی اپنے ان پیارے بندوں میں شامل فرما۔

پر بند پیارا تب بنتا ہے جب وہ اللہ کی راہ میں نکل پڑتا ہے پھر اس راہ میں دولت شہرت سب کو اس راہ میں ٹھکرا کر آگے بڑھتا جاتا ہے اور وہ بندہ خدا پھر انسانیت سے پیار بھی کرتا اور غم خواروں کا غم بانٹتا ہے تب جا کر کہیں اس کو ایسی ہی دنیا سے رخصتی نصیب ہوتی ہے پھر مرنے کے بعد بھی وہ انسان دلوں میں زندہ رہتا ہے جسے آج جنید جمشید دلوں میں زندہ ہے

§§§

خواتین کا عالمی دن

مصنف: علی احمد



بیروکار عورت کو عزت دینے میں اتنے بخیل کیوں؟ اسی پاکستان میں جو بنا ہی اسلام کے نام پر تھا آج بھی اس معاشرے میں جسمانی اور ذہنی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہیں اسے ورثت میں حصے سے محروم رکھا جاتا ہے تو کہیں غیرت کے نام پر اس کا خون بہایا جاتا ہے۔ دنیا میں ہر چیز کے کچھ منفی اور کچھ مثبت پہلو ہوا کرتے ہیں۔ مرد چاہے مغربی معاشرے کا ہو یا مشرقی معاشرے کا اگر اس کی سوچ مثبت اور تعمیری ہو۔ اگر وہ اخلاقیات کے اعلیٰ درجہ پر ہو تو وہ عورت کو ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ یہ اس کی تربیت ہے جو اسے عورت کی عزت کرنا سکھاتی ہے۔ اور مرد کی تربیت ماں کی گود سے شروع ہو کر خاندان کے ماحول سے ہوتی ہوئی معاشرے کے طور طریقوں پر ختم ہوتی ہے۔ مثبت سوچ کے مالک لوگ نہ صرف عورت کو عزت دیتے ہیں بلکہ انہیں خاندان اور معاشرے کا نہایت اہم رکن کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں وہ اپنی ماں، بیوی اور بہن اور بیٹی ان سارے حوالوں سے عورت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگر معاشرے کے مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کئی روشن مثالوں کو بیان کریں تو اسی معاشرے کا حصہ ہوتے ہوئے جدوجہد آزادی میں سرگرم رہنے والی خاتون ”فاطمہ جناح مارو ملت“ کہلائیں۔ معاشرے کی فلاح اور رہنمائی کا بیڑا سر پر اٹھائے ہوئے دن رات مصروف عمل رہنے والی بلیقیں ایدھی ایک منفرد اور اعلیٰ سوچ رکھنے والے عظیم انسان کی بیوی ہے۔



ادبی دنیا میں ایک اعلیٰ مقام رکھنے والی عظیم ادیبہ بانو قدسیہ کو بھی اشفاق احمد جیسے ایک اعلیٰ پایے کے محقق اور مدبر انسان کی معاونت حاصل رہی۔ انوار پاکستان میں بھرتی ہونے والی خواتین جو اپنی زندگی داؤ پر لگا کر فرض کی تکمیل کے لیے ہر روز ڈیوٹی پر موجود ہوتی ہیں۔ انہی میں سے ایک فلائنگ آفیسر مریم مختیار اس وطن عزیز کیلئے جان کا نذرانہ پیش کرنے والی باہمت بیٹی کا جنم بھی تو اسی معاشرے میں ہوا تھا۔ اناکم اور نیوکلیر فنرکس میں مہارت رکھنے والی اس قوم کی غیور ”بیٹی“ ڈاکٹر عافیہ صدیقی، بھی تو کسی باپ کی بیٹی، کسی شوہر کی بیوی اور کسی بیٹے کی ماں ہے۔ کسی تہذیب میں تو مرد عورت کی تعلیم میں روکاوٹ بنا تو کسی جگہ اسی کی سپورٹ کرنے میں سر فہرست رہا۔ عورت اس معاشرے کا نہایت اہم جزو ہے۔ جس کے بغیر نہ نسلیں چل سکتی ہیں نا قومیں بن سکتی ہیں۔ عورت کے وجود سے ہی زندگی ہے سوال یہ ہے کہ ”عورت آخر چاہتی کیا ہے؟“ عورت عزت چاہتی ہے تحفظ چاہتی ہے۔ عورت تعلیم حاصل کر کے زندگی کی دوڑ میں مرد کے ساتھ چلنا چاہتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عورت کا حقیقی مقام سمجھتے ہوئے جو ایک ماں بھی ہے اور ایک بیٹی بھی وہ بیوی ہے اور بہن بھی و معاشرے کی ترقی میں عورت کے کردار کو سمجھا جائے۔ تعلیم عورت کا بنیادی حق ہے۔ پڑھی لکھی ماں ہی پڑھے لکھے معاشرے کو جنم دے سکتی ہے۔ عورت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے معاشرے اور آنے والی نسلوں کے مستقبل کو روشن بنایا جا سکتا ہے اور ملک کی ترقی اور خوشحالی کا ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے۔

مارچ کی 8 تاریخ خواتین کے عالمی دن کے طور پر منائی جاتی ہے ایک طرف اللہ تعالیٰ نے جنت ماں کے قدموں میں رکھ دی ہے تو دوسری طرف آج بھی ہمارے معاشرے میں عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے عورت کے حقوق پہ بحث کوئی نئی بات نہیں کئی صدیوں سے عورت اپنے حقوق کے حصول کے لیے جہد مسلسل میں ہے۔ وہی حقوق جن کی ادائیگی آج سے 14 سو سال پہلے اسلام کر چکا۔ اسلام جس نے عورت کو عزت و مقام دید۔ ورنہ اسلام کے آغاز سے پہلے عرب میں عورت کو زندہ گاڑ دیا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش ایک نحوست سمجھی جاتی تھی۔ عورت کو فساد کی جڑ سمجھا جاتا تھا۔ ہندو معاشرہ جو آج بھی عورت کو مکمل حقوق دینے سے قاصر ہے۔ شوہر کے مرنے کے بعد عورت دوبارہ سے نامل زندگی گزارنے کا حق نہیں رکھتی۔ عورت کو ”ستی“ جیسی بے بنیاد اور غیر انسانی رسم کے مطابق زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ مغربی معاشرے کی عورت جو کبھی Feminism کی قائل تھی اب اس معاشرتی آزادی سے تنگ آتی دکھائی دے رہی ہے۔ فرانس جیسے ترقی یافتہ ملک میں عورت کو ووٹ ڈالنے کی آزادی نہیں تھی کچھ سال قبل عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل ہوا۔ عورت جو مغربی معاشرے میں مرد کے شانہ بشانہ معاشی ریس میں چلتی چلتی اب تھک چکی ہے۔ اس معاشرے میں جہاں عورت کو مرد کے برابر کام کرنا پڑتا ہے۔ جہاں زندگی کی ساری سہولیات کے حصول کے لیے انسان دن رات کام تو کرتا ہے مگر پیسے اور کام کی اس دوڑ میں کہیں رشتے اور خاندان بہت دور جا چکے ہیں۔ مشرقی معاشرہ جو ایک طرف تو غیرت کے نام پر بہن و بیوی اور بیٹی کا قتل جائز سمجھتا ہے۔ دوسری طرف اسی معاشرے میں کسی کی بھی بیوی، بہن اور بیٹی سڑک و بس سٹاپ اور گلی بازاروں میں چلتی پھرتی خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہے۔ اس کم پڑھے لکھے اور غیر ترقی یافتہ معاشرے میں اگر کوئی لڑکی بس کے انتظار میں ”بس سٹاپ“ پہ کھڑی ہو تو ہر عمر کا مرد اُسے لفت دینے کیلئے تیار کھڑا ہوتا ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں کسی مرد کو اپنی غیرت اور عزت کو محفوظ چاہیے مگر کسی دوسرے کی عزت انہی سڑکوں پہ زسوا کی جاتی ہے۔ آج اکیسویں صدی کے اس نام نہاد مہذب معاشرے میں عورت کی تعلیم اس کے حقوق اور آزادی پہ بات کرنے والوں نے کیا صحیح معنوں میں عورت کو عزت دینے کی کوشش کی؟ عورت کی تعلیم جس کی بات آج مغربی معاشرہ کرتا ہے اس کے بارے میں احکام تو اسلام چودہ سو سال قبل دے چکا ہے۔ نبی کریمؐ کے ارشاد کے مطابق ”علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے“ ایسا پریکٹیکل مذہب جو صدیوں پہلے ہی عورت کے حقوق متعین کر چکا جو عورت کو تعلیم کا حق دے چکا۔ اسی مذہب کے

تو مجھے یو ہی نہیں رہا "

یہی صورتحال پانامہ لیکس کے حوالے سے بھی درپیش ہے ، طرح طرح کے تبصرے پڑھنے کے بعد بندہ خواہ مخواہ ہی خود کو جج سمجھ بیٹھتا ہے اور ان تبصروں کی روشنی میں فوراً فیصلہ صادر کر دیتا ہے کہ نواز شریف کو عہدہ سے ہٹانے کے علاوہ عمر بھر کیلئے نااہل قرار دیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض تبصرے تو بڑی ہی دلچسپی کے حامل ہوتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر عدالت عظمیٰ کی جیوری وہ پڑھ لے تو ان کی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی ، یقیناً کریں کہ قانون، آئین کی تشریحات جس قدر دلچسپ انداز میں فیس بک پر نظر آتی ہیں اس کا عشر عشر کوئی حقیقی ماہر قانون و آئین نہیں ہو سکتا۔

ایک تبصرہ نگار سے اچھی خاصی سلام دعا ہے، انکے ہر ادبی، سیاسی تبصرہ پر واہ واہ کریوٹوں کی تعداد ہمیشہ سینکڑوں میں ہوتی تھی، ایک دن ہم نے مشورہ دیا کہ ' آپ اچھا لکھتے ہیں آپ کی تحریروں، تبصروں میں جامعیت ہوتی ہے لہذا کسی قومی روزنامہ کا قصد کر لیں' انہوں نے بڑے ہی فخریہ انداز میں جواب دیا "انشا اللہ آپ آئندہ چند دنوں میں کسی بڑے قومی اخبار میں میری تحریر پڑھ سکیں گے" کچھ دن انتظار میں گزر گئے پھر پتہ چلا کہ ایک قومی اخبار انچارج ادبی صفحہ نے ان کے تبصرہ پر عجیب سا تبصرہ کیا " کچھ حصہ تو ڈاکٹر یونس بٹ کی تخلیقات سے متاثرہ نظر آتا ہے، کچھ جملوں کی کانٹ چھانٹ فلاں فلاں رائٹر کے زیر اثر ہے، بعض پیروں پر فلاں فلاں ادبی لکھاری نے سپیل سے ہی قبضہ بھمایا ہوا ہے اور جملوں کی کاٹ حسن نثار سے مستعار لی گئی ہے" اس تبصرہ نگار کے تبصرہ پر اتنا بھرپور تبصرہ یقیناً بہت ہی دلچسپ تھا کہ اس کے بعد مزید کسی تبصرے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی

§§§

اس کے بعد یقیناً بتانے کی ضرورت نہیں رہی کہ ہمارا ایک ڈیڑھ گھنٹہ اسی بحث مباحثہ کے چکر میں گزر گیا، گو کہ ابتدا میں یہ کام بڑا ہی دلچسپ تھا لیکن بعد میں یوریت ہونے لگی تو ہم نے فیس بک سے جان چھڑا مناسب سمجھی۔ خیر اگلے دن زید نے آن لائن ہوتے ہی پھر کہا کہ "واہ ثقلین بھائی مزہ آگیا آپ نے بکر کو خوب مزہ پکھلایا" ابھی ہم ان کے تعریفی جملوں کا لطف اٹھا رہے تھے کہ بکر صاحب نے آن لائن ہوتے ہی تقریباً ایسے ہی ملتے جلتے میسج کئے ، ہم نے دونوں کی تعریفیں دونوں ہاتھوں سے سمیٹیں اور گلے سے لگا لیں۔

صاحبو! سوشل میڈیا پر محض یہ دو ہی ایسے کردار نہیں بلکہ روزانہ ایسے کردار سے واسطہ پڑتا ہے، جن کی فرمائشیں بھی عجیب ہوتی ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے لکھے پر واہ واہ کرنے کے علاوہ چند ایک جملے بھی لکھے جائیں تاکہ ان کی پوسٹ کی گئی "تخلیق نما شے" کی اہمیت و افادیت بڑھ جائے۔ اچھا ان باتوں کو چھوڑیے یہ دیکھئے کہ واہ واہ کی خواہش کسے نہیں ہوتی لیکن سوشل میڈیا خاص طور پر فیس بک کے حوالے سے عجیب طرز کی کہانیاں بھی سامنے آتی ہیں اس دنیا کے دانشور جس قدر سچے اور سچے ہیں اسی قدر واہ واہ کریوٹوں کی حالت بھی ویسی ہی ہے۔ پانامہ کیس سے لیکر پی ایس ایل تک ، اگر فیس بکی دانشوروں کے تبصرے پڑھے جائیں تو بندہ خود سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر اتنی ہی دانش ان افراد میں ہوتی تو قوم کی یہ حالت نہ ہوتی۔ گویا دانش بیچاری بھی دانشوروں کی عقل پر ماتم کرتی نظر آتی ہے۔ 2013 کے انتخابات کے دوران بھی عالم کچھ ایسا ہی تھا ، طرح طرح کے تبصروں سے ہم نے نتیجہ اخذ کیا کہ اب کی بار نہ تو پیپلز پارٹی جیت پائے گی اور نہ ہی مسلم لیگ کے سر کامیابی کا سہرا سجے گا ، عمران خان بھی بس ففٹی ففٹی کامیابی حاصل کریں گے ؟ لیکن اصل کامیابی ہوگی کس کی؟ یہ سوال الیکشن کے نتائج تک احوار ہی رہا لیکن جو نئی انتخابات ہوئے تو پتہ چلا کہ مسلم لیگ ن واضح اکثریت کے ساتھ حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہے۔ سوال وہی کہ اگر فیس بک کے دانشوروں کے اٹھائے گئے چاند سورج کے بارے قیاس کیا جائے تو یہی لگتا ہے کہ ابھی دن کو رات اور رات کو دن بدلیں گے۔

ایک ایسے ہی فیس بکی دانشور سے بات چیت ہو رہی تھی فرمانے لگے " پی ایس ایل کی ٹیموں کا جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کراچی سکنز ، لاہور قلندر جیسی ٹیموں پر خود انہیں بھی اعتبار نہیں، پشاور زلمی ، کوئٹہ گلیڈی ایٹرز کے جیتنے کے بھی امکانات کم ہیں، اسلام آباد یونائیٹڈ بھی گزشتہ برس جیسی مضبوط ٹیم نہیں ہے" اس تبصرہ نگار سے ہم نے پوچھا " پھر کون جیتے گا " یہ سوال پڑھتے ہی انہوں نے فرمایا "اوہ ہ ہو د و، یہ

سوشل میڈیا کے دانشور

مصنف: حاجی بصیر سراج

زید سے ہماری سلام دعا یا گپ شپ فیس بک کے ذریعے ہوئی، گپ شپ بھی بذریعہ میسج ہوتی رہی ، دوران گپ شپ پتہ چلا کہ یہ صاحب کسی مذہبی جماعت کے کارکن اور ایک بہت بڑے مذہبی رہنما کے ماننے والے ہیں ایک دن انہوں نے ہمیں فیس بک کے ان باکس میں میسج کیا کہ "ثقلین بھائی! میری وال پر فلاں صاحب نے میرے قلم کے بارے میں عجیب و غریب جملے لکھ رکھے ہیں، پلیز آپ اسے جواب دیں" ان کی بات نے حیران کر دیا ، ہم نے عرض کی "حضور! دیکھیں ہو سکتا ہے کہ آپ کے قلم کے حوالے سے ہمارے بھی تحفظات ہوں اس لئے آپ براہ کرم ہمیں معاف رکھیں،" زید نے کہا کہ " آپ ایسا کریں میری وال پر آپ ایک دفعہ دیکھ لیں کہ اس نے کیا بکواس کر رکھی ہے، اس کے بعد آپ مجھے اس کا جواب لکھ کر ان باکس کریں" تجویز خاصی معقول تھی اس لئے ہم نے حامی بھری ، اتفاق دیکھئے کہ ان کی وال پر عجیب و غریب تبصرے کریوٹالے صاحب (انہیں آپ بکر سمجھ لیں) بھی ہمارے فیس بکی دوست تھے، بکر کے تبصرہ کو غور سے پڑھا اور پھر اس کا اردو فائنٹ میں جواب لکھ کر زید کو ان باکس کر دیا، دو تین مرتبہ یہ کام کرنے کے بعد اچانک بکر کی طرف سے ان باکس میں میسج ملا "ثقلین بھائی! یہ لڑکا زید جو ہے ، اس کی وال پر میری بحث چل رہی ہے اچانک اس نے اتنے دلائل کے ساتھ جواب دینا شروع کر دیا کہ میں حیران ہوں، آپ پلیز میری حملیت میں لکھ دیں کیونکہ آپ نے بھی ایک سے زائد مرتبہ اس کے قلم کے حوالے سے کچھ ایسی ویسی باتیں لکھی تھیں" ہم نے عرض کی "حضور! وہ باتیں اس وقت کے حساب سے تھی ہمارا ان کے قلم سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں اس لئے آپ ہمیں معاف رکھیں" بکر نے منت کے انداز میں کہا کہ "اچھا ایسا کریں آپ جواب لکھ کر مجھے ان باکس کریں میں خود پوسٹ کر دوں گا "



عورت

مصنف: اسد احمد

کی بہنوں بیٹیوں کو اپنی بہن بیٹی سمجھنا شروع کر دیا جس گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے بھائی باپ مہذب ہو جاتے ہیں، ماں باپ کہتے ہیں آج سے فحش بات نہیں ہوگی اب ہمارے گھر میں بیٹی آگئی ہے۔ آج بھی جب کوئی بیٹی کسی کو بھائی کہہ کر بلاتی ہے تو لوگ اپنی نظریں احرام میں جھکا لیتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں آج بھی طلاق دینے والے مردوں کو اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ لوگ ایسے لوگوں سے رشتے ناطے تعلقات استوار نہیں کرتے، عورت کے ساتھ زیادتی پر پورا معاشرہ آتش فشاں بن کر پھٹ پڑتا ہے، ماں بہن بیٹی سے تلخ کلامی پر یا ایک آواز پر مرد اپنے ہی جیسے مردوں کو مار مار کر حالت خراب کر دیتے ہیں۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں دلاوی، نانی، ماں، خالہ کو عقل شعور کی علامت سمجھا جاتا ہے ان کے مشوروں کے سامنے مرد سرگم ہوتے نظر آتے ہیں۔ بیٹی کے رشتے کے مشورے کے وقت برے سے برا آدمی بھی ٹھیک مشورہ دیتا ہے۔

پاکستان جیسے ترقی پذیر معاشرے میں آج بھی عورت یورپ، امریکہ سے زیادہ محفوظ ہے، اقوام متحدہ کی ایک قرار داد کے مطابق ۸ مارچ کو "خواتین کا عالمی دن" کے طور پر پوری دنیا میں منایا جاتا ہے، یہ قرار دار ۱۹۵۷ء کو منظور کی گئی خواتین نے اپنے حقوق کے لیے ۱۹۰۷ء میں پہلی بار آواز بلند کی اس دن مارچ کی ۸ تاریخ تھی یہ کمزور آواز آگے جاکر توانا ہو گئی پھر اس کی بازگشت اقوام متحدہ میں بھی گونجی اور یوں یہ دن خواتین کا دن قرار پایا۔ یہ تو ہے خواتین کے عالمی دن کا پس منظر لیکن پاکستان کے مغرب نواز دانشوروں اور اہل مغرب کی خدمت میں عرض ہے کہ اسلام اس حوالے سے ثابت شدہ اولیت اور سبقت کا حامل ہے۔ آقا کریم ﷺ نے خطبہ جنتہ الوداع جسے منشور انسانیت کہنا چاہیے میں سرتاج الانبیاء ﷺ نے عورت کی شان اور حقوق کے بارے میں واضح طور پر کہہ دیا تھا سچ تو یہ ہے کہ یورپ افریقہ اور امریکہ میں عورت کی شناخت اور حقوق کے حوالے سے اسلام سے کئی صدیوں بعد آواز اٹھی یورپ میں عورت کے حقوق کی بات کی تاریخ صرف ایک صدی پرانی ہے جبکہ اسلام چودہ صدیاں پہلے عورت کو شناخت احرام اور حقوق دے چکا ہے خطبہ الوداع میں سرور کو مین ﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہے۔

”اے لوگو سنو تمہارا رے اوپر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں اس طرح ان پر بھی تمہارے حقوق، پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں پسند نہ ہو وہ کوئی خیانت نہ کریں اور کھلی بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں اور تم انہیں اچھی طرح لباس اور خوراک مہیا کرو، ان کے بارے میں اللہ کا خوف رکھو لحاظ رکھو تم نے انہیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اسی کی اجازت سے وہ تم پر حلال ہیں۔“

اس طرح تاریخ انسانی میں اسلام نے پہلی بار عورت کو مرد کی طرح معاشرے کا کارآمد فرد مانا۔ اس کے مالی مفادات اخلاقی قانونی حقوق کا تحفظ کیا۔



میں خوشگوار حیرت سے اپنے سامنے بیٹھی نوجوان طالبہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شرم و حیا اور اعلیٰ کردار کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی اس کا آہنی عزم مجھے بہت متاثر کر گیا تھا۔ وہ اپنی جوانی کے دور سے گزر رہی تھی جوانی منہ زور ہوتی ہے جوانی میں اپنے خوابوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ جوانی کا منہ زور سیلاب جب چڑھتا ہے تو ماں باپ بہن بھائی بھول جاتے ہیں جوانی میں ہر نوجوان اپنی جوانی اور طوفانی جذباتوں کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ لیکن میرے سامنے پنجاب یونیورسٹی کی ماسٹر ڈگری کی طالبہ بیٹھی تھی جو اپنی دوست کے ساتھ آئی تھی آنے کا مقصد خدا کا قرب اور اللہ کی رضا تھا۔ باتوں باتوں میں جب میں نے پوچھا بیٹی تم شادی اپنی مرضی سے کرو گی یا ماں باپ کی مرضی سے تو وہ اعتماد سے بھرپور لہجے میں بولی جہاں میرے ماں باپ کریں گے میں وہیں کروں گی۔ میں نے اگلا سوال داغا کیا کوئی لڑکا تمہیں پسند کرتا ہے تو وہ بولی ہاں کرتا ہے لیکن میں شادی اسی صورت میں کروں گی جب میرا باپ خوشی سے اجازت دے گا اور یہی بات میں نے اس لڑکے سے کہہ رکھی ہے کہ اپنا کیریئر بناؤ پھر میرے والد سے میرا ہاتھ مانگو، اگر وہ مان گئے تو ٹھیک ورنہ تم اپنے گھر، میں اپنے گھر، میں نے پوچھا اگر تمہارے والد صاحب نے انکار کر دیا تو وہ پورے عزم سے بولی میرے لیے میرا باپ سب سے اہم اور قیمتی سرمایہ ہے وہ باپ جس نے میرے لیے اپنی جوانی خرچ کر دی دن رات میرے لیے کام کیا میری ننھی سے ننھی خوشی کے لیے اپنی جان لگا دی اس باپ، بھائی اور ماں کے لیے میں ایسی حماقت سوچ بھی نہیں سکتی میرے لیے میرے باپ کی عزت غیرت سب سے اہم ہے۔ باپ کا ذکر کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں عقیدت و احترام کی قدیلیں روشن ہو گئی تھیں اور میں رشک کر رہا تھا اس باپ ماں بھائی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اسی شرم و حیا والی کردار کا پیکر بیٹی عطا کی تھی۔ لڑکی کچھ دیر میرے پا س بیٹھ کر چلی گئی میں فخر محسوس کر رہا تھا کہ ایسے گوہر نایاب عظیم بیٹیاں صرف عالم اسلام اور پاکستان میں ہی ملتی ہیں۔

میں جب بھی یورپ، یو کے جاتا ہوں تو وہاں جب پاکستانی ماں باپ کی بچیوں کو مغربی رنگ میں رنگے دیکھتا ہوں تو شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ہم پاکستانی کتنے مقدر والے ہیں جہاں بیٹیاں بہنیں بھائیوں اور باپ کی غیرت کے لیے پتہ ہی نہیں چلتا کب جوانی سے بڑھاپے کی وادی میں آتے جاتی ہیں پاکستانی ماں باپ شرم و حیا کے پیکر ان بیٹیوں سے سرفراز ہیں۔ کچھ لوگ یہ نہیں جانتے کہ پاکستان کی ماؤں عورت جو مغرب نوازی کی جگالی کرتی نظر آتی ہے وہ یہ بھول جاتی ہے کہ بلاشبہ مردوں کی برتری کے اس معاشرے میں عورت اپنے اصل مقام اور حقوق سے پوری طرح فیض یاب نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود عورت کو جو مقام یہاں حاصل ہے یورپ یو کے اور امریکہ کی عورتیں اس عزت اور مقام کی خوشبو سے بھی محروم ہیں پاکستان کی اکثریت آج بھی دیہات میں رہتی ہے آپ کسی بھی گاؤں چلے جائیں عورت کو دیکھ کر لوگ راستہ بدل لیتے ہیں۔ نظریں نیچی کر لیتے ہیں۔ رشکوں بسوں ٹہنیوں میں ان کے لیے سیٹوں سے اٹھ جاتے ہیں بہن بیٹی ماں جی کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں سگریٹ نوشی نہیں کرتے، بلند آواز سے بات نہیں کرتے اگر مرد گھبرا جائیں تو کسی عورت کے آنے سے خاموش اور مہذب ہو جاتے ہیں، آپ نے اکثر مردوں کے منہ سے ایک فقرہ سنا ہوگا کہ میں بھی بہنوں کا بھائی ہوں میں بھی بیٹی کا باپ ہوں بہنوں بیٹیوں والا ہوں، جس گھر میں بیٹی پیدا ہوگئی تو لوگوں نے شراب نوشی ترک کر دی۔ برائی کے سارے کام چھوڑ دیے دوسروں



کاروباری راز

مصنف: سفیان خان

اس دوکان سے مجھے میڈیسن خریدتے تیسرا روز تھا، اور میں میڈیکل سٹور والے کی خوش اخلاقی سے کافی متاثر بھی تھا، اسی وجہ سے میں بار بار اسی دوکان والے کے پاس جا رہا تھا۔ ہسپتال میں موجود مریض جس کیلئے ادویات خریدی جا رہی تھیں اب تقریباً صحتیاب ہو رہا تھا۔



ڈاکٹرز نے جو ادویات لکھ کر دی تھیں، ان میں سے کچھ ادویات بچ گئیں تھیں جو کہ فل پیکیڈ اور قابل استعمال تھیں۔ میں نے سوچا یہ ادویات واپس کر دی جائیں۔ جب میں اس ارادے سے میڈیکل سٹور والے کے پاس پہنچا اور اسے ادویات کی واپسی کا بولا تو پہلے تو اس نے میری طرف عجیب نظروں سے دیکھا پھر ایسے رد عمل کا اظہار کیا جیسے میں نے اسے کوئی گالی نکال دی ہو۔ اس نے ادویات واپس لینے سے صاف انکار کر دیا۔ میں حیران رہ گیا کہ جس بندے کے پاس صرف اس کی خوش اخلاقی کی وجہ سے بار بار میں جا رہا تھا اب میرے ساتھ کس طرح کا حسن سلوک کر رہا ہے۔ خیر میں نے زیادہ اصرار کیا تو موصوف کہنے لگے کہ واپسی اس صورت میں ہوگی اگر آپ نقد رقم واپسی کی بجائے کوئی دوسری میڈیسن خریدیں۔ پھر مجبوراً مجھے متبادل کے طور دوسری ادویات خریدنی پڑی، لیکن واپسی پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہے تو وہ مسلمان اور باہر بورڈ میں نام میں بھی حاجی لکھا ہوا ہے۔ لیکن مسلمان دیتے وقت اور لیتے وقت اس کے رویے میں فرق کیوں تھا؟ اس رویہ کی وجہ سے میں نے آئندہ کبھی بھی اس سے کچھ نہ خریدنے کا تہیہ کر لیا۔ اس طرح کے واقعات ہو سکتا ہے آپ کے ساتھ بھی رونما ہوئے ہوں، لیکن اس واقعہ کے پیچھے ایک اہم کاروباری راز پوشیدہ ہے جس کو ہمارے بیشتر تاجر اور کاروباری حضرات جانتے ہی نہیں۔

آج کے زمانے میں خریدی ہوئی چیز واپس لے لینا۔ واقعتاً بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ رویہ یا تو وہ اختیار کرے گا جو یا تو اس عمل پر اخروی ثواب کی امید رکھتا ہو۔ دوسرا وہ جو اس رویے کے در پردہ مالی فوائد کو سمجھ سکے۔ وال مارٹ والے ظاہر ہے گاہک سے چیز ثواب کی نیت سے واپس نہیں لیتے۔ یہ سب کچھ وہ دنیا کے مفادات کی خاطر انتہائی گہری تحقیق کے بعد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اتنی فراخ دلی جب دکھائی جائے گی تو کچھ لوگ اسے غلط ضرور استعمال کریں گے۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور کر رکھا ہے۔ چنانچہ کمرس کے بعد وال مارٹ کے باہر ایک طویل قطار سلمان واپس کرنے والوں کی لگتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کمرس کے لیے جوتے، کپڑے اور ٹائی وغیرہ لے جاتے ہیں اور چند دن استعمال کر کے اس پیشکش کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے واپس کر دیتے ہیں۔ لیکن وال مارٹ میں اسے بھی واپس لے لیا جاتا ہے۔ کیوں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اندازے کے مطابق اس قسم کے لوگ معاشرے میں 3 یا 4 فیصد سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اب اگر ان سے پوچھ گچھ کریں گے تو ہمارے 96 فیصد گاہک متاثر ہوں گے۔ لہذا ہم یہ دھوکا کھانے کے لیے تیار ہیں۔ دیکھیے! ہم جس چیز کو مشکل سمجھ رہے ہیں، وہ مغرب میں "کاروباری راز" کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ پاکستان کے بازاروں میں ایسا کیوں نہیں۔ غالباً اس کی وجہ دینی معلومات کی کمی یا دنیاوی فوائد کے لیے سنجیدہ ریسرچ سے گریز ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمارے ہاں بدعنوانی زیادہ ہونے کی وجہ سے وال مارٹ کی طرح آفر نہیں دی جاسکتی لیکن ضروری تحفظات کے ساتھ اس پر عمل تو ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس "کاروباری راز" پر سنت نبوی ﷺ سمجھ کر ہی عمل کرنا شروع کر دیں تو یقیناً ثواب کے ساتھ ساتھ کاروبار کو بھی بڑی تیزی سے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں سوچیے گا ضرور!

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو خرید و فروخت کے معاملہ کو ختم کرنے کو شریعت میں "اقالہ" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ خریدار خریدی ہوئی چیز دوکان دار کو واپس کر دے اور کاندھ خریدار کی اداکردہ رقم واپس کر دے۔ آپ ﷺ کا قول ہے "جس نے کسی خریدے ہوئے سلمان کو (بلا بحث و مباحثہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے) واپس لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ مٹا دیں گے۔" مگر ہم لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کر پارہے، اور غیر مسلموں نے اس پر عمل کر کے اس اہم "کاروباری راز" کو پالیا ہے۔ ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں جسے سن کر مجھے لگا جیسے میں کوئی خیر القرون کا قصہ سن رہا ہوں۔ پاکستان میں اکاؤنٹنگ اینڈ فنانس کے ایک صاحب ہیں اپنے ساتھ امریکہ میں پیش آیا واقعہ بتاتے ہیں کہ کپڑا خریدے دو ماہ ہو چکے تھے۔ بیگم نے کھول کر دیکھا تو اسے اپنے معیار کا نہ پایا۔ کہنے لگیں یہ واپس کر آئیں۔ میں نے کہا بھئی دو ماہ ہو چکے۔ اب واپس نہیں ہوگا۔ بیگم صاحبہ نے اپنی اٹلی جنس رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے یقین سے کہا یہاں واپس ہو جاتا ہے۔ میں نے ہتھیار ڈالنے ہوئے کہا اچھا چلو رسید دے دو، میں سوچتا ہوں۔ اہلیہ نے حیرت کا دوسرا جھٹکا دیتے ہوئے کہا رسید بھی گم ہوگئی، لیکن واپس ہو جائے گا۔ میرے لیے یہ بیگم کا نکتہء نظر قابل قبول نہیں تھا۔ میں نے تو پاکستان کی دکانوں پر لکھا دیکھا ہے، خریدی ہوئی چیز واپس یا تبدیل نہیں ہوگی۔ مجھے تو چند منٹ بعد واپس کرنے پر بھی کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ دکان دار نے اسی خوش دلی سے چیز واپس لے لی ہو، جس خوش دلی کا مظاہرہ وہ بیچنے کے موقع پر کر رہا تھا۔ خیر! میں نے کہا کہ یہ کام تم ہی کر کے دکھاؤ۔ ہم دونوں وال مارٹ پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر موجود خاتون نے پہلے رسید مانگی۔ پھر مختلف زبانی معلومات کے ذریعے کمپیوٹر سے اس خرید و فروخت کا پتہ لگایا اور مسکراتے ہوئے کہا: "بی ہاں! آپ نے فلاں تاریخ کو یہ کپڑا ہمارے اسٹور سے خریدا تھا۔ آپ تبدیل کروانا چاہیں گے یا کیش؟" ایش۔ میں نے جواب دیا۔ اس خاتون نے مسکراتے ہوئے پوری رقم واپس کر دی اور کہا "Nice Shopping"

